مسلک اہلحدیث کا علمی داعی اور ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور پاکستان

جلد ۳۵ یکم ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ جمعۃ المبارک ۶ جنوری ۱۹۸۴ء شمارہ ۲۳

مندرجات

مدیر مسئول محمد عطاء اللہ حنیف

مدیر: حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے

ناظم: محمد سلیمان انصاری

سالانہ ___ ۵۰ روپے
فی پرچہ ___ ۵۰/۱ روپیہ
ممالک غیر سے: ۲۰ پونڈ

تبصرہ کتب

مقالاتِ محرم

مصنف : مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری

ضخامت : درمیانہ سائز ۱۲۰ صفحات - رنگین ٹائیٹل

قیمت : دس روپے

ناشر : ادارہ اشاعت السنۃ بھلوال (ضلع سرگودھا)

مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری جماعت اہل حدیث کے سربرآوردہ علماء میں شمار ہوتے ہیں ۔ وہ ایک منجھے ہوئے خطیب، فصیح اللسان مبلغ، بالغ نظر ادیب اور کہنہ مشق صحافی ہیں ۔ وہ ایک خاصی مدت تک ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث کے مدیر رہے ہیں اور اپنے فکر انگیز اداریوں اور مقالوں سے اہل علم سے خراجِ عقیدت وصول کر چکے ہیں ۔ آج کل وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ "اہلحدیث" کے مدیر اعلیٰ ہیں اور اس منصب پر وہ ایک طویل عرصے سے متمکن ہیں ۔ وہ مرکزی جمعیت کے بانی اکابرین کی صحبت اٹھائے ہوئے ہونے کے ناطے سے جماعت کے احوال وظروف میں ہمہ وقت دخیل رہے ہیں اور جماعت کے ذمہ دار عہدوں کے فرائضِ منصبی بھی ادا کر چکے ہیں ۔ وہ مرکزی جمعیت کے "ناظم نشرو اشاعت" بھی ہیں ۔ اور بعض اوقات "قائم مقام ناظمِ اعلیٰ" کی ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برآ ہوتے رہے ہیں ۔ اس لحاظ سے مرکزی جمعیت کی پالیسیوں اور کارفرمائیوں میں ان کا وافر حصہ ہے۔

علاوہ ازیں مروجہ مذاہب ومسالک کے لٹریچر پر حافظ صاحب موصوف کی نظر نہایت عمیق وبسیط ہے ۔ مرزائیت، بریلویت، شیعیت، پرویزیت، چکڑالویت اور "سقلدیت" وغیرہ پر کئی مقالات اور مضامین لکھ چکے ہیں ۔ خصوصاً مرزائیت پر ان کی بعض کتابیں پہلے آچکی ہیں ۔ ان کے مقالات ہفت روزہ اور ماہنامہ رسائل وجرائد میں بکھرے پڑے ہیں جن کو یکجا شائع کیا جائے تو سینکڑوں صفحات کے مجموعے تیار ہو جائیں ۔

ادارہ اشاعۃ السنّۃ نے فی الحال شیعیت پر ان کے آٹھ مقالات کو جمع کر کے "مقالاتِ محرم" کے نام سے بھلوال سے شائع کیا ہے جو اس وقت زیرِ تبصرہ ہے یہ تمام مقالات فکر انگیز اور نظر افروز دلائل وبراہین کا مرقع ہیں ۔ یہ مقالات عصبیت اور تنگ نگاہی کو تو شاید اپیل نہ کریں مگر طبعِ سلیم اور قلبِ حق جُو کے لئے بلاشبہ مُسکّت اور خیال افروز ہیں ۔ واعظین، مبلغین اور مناظرین کے لئے بہترین ہتھیار کا کام دے سکتے ہیں ۔ کیونکہ ان میں شیعہ حضرات کی مسلّمہ کتب سے ٹھوس دلائل خود ان کے مزعومہ عقائد کے خلاف مہیّا کر دیئے گئے ہیں ۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حافظ صاحب کے دیگر مقالات کو بھی کتابی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے ۔ اگر ادارہ اشاعۃ السنّۃ، بھلوال یہ خدمت انجام دے سکے تو یہ بہت بڑا دینی کام شمار ہوگا ۔ اس کتاب کی قیمت صرف دس روپے ہے جو موجودہ مہنگائی کے دور میں کچھ زیادہ نہیں ہے ۔

ملکی سیاست اور اہل حدیث تنظیمیں

پاکستان کی موجودہ سیاسی فضا میں عجیب بوقلمونی کی کیفیت ہے۔ ایک طرف حکومت اپنے آپ کو اسلامی نظام کا سب سے بڑا داعی سمجھے ہوئے ہے اور چند قوانین کے نفاذ کے محض اعلان سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اس نے ثواب دارین کا مرحلہ طے کر لیا۔ حالانکہ یہ فیصلے بھی (اگر وہ کوئی اہمیت رکھتے ہیں) امر بالمعروف کی آسان صورتوں کا پرتو ہیں۔ نہی عن المنکر کی طرف ابھی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا گیا اور یہی وہ سخت مقام ہے جہاں انبیائے کرام کو بھی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی تفصیل میں جانا اس لیے ضروری معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارا موضوع اس سے مختلف بھی ہے اور تصویر کا یہ رُخ اہل علم و خبر سے پوشیدہ بھی نہیں ہے۔

دوسری طرف سیاسی جماعتیں ایک گھٹن میں گرفتار ہیں۔ اور وہ اس کے تدارک کے لیے مختلف "اتحادوں" کے ذریعے اپنی سیاسی قوتوں میں توانائی پیدا کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔ پیپلز پارٹی نے "بائیں بازو" اور بعض دائیں کنبیوں کو ملا کر "ایم آر ڈی" کا ڈھانچہ قائم کیا۔ کچھ عرصے تک دو "چھوٹے بڑے بھائی" آپس میں "قرب" پیدا کرنے کے لئے مراقبے کرتے رہے۔ ایک طرف سے اذانیں بھی دی گئیں مگر دوسری طرف سے اقامت کے لئے کوئی نہیں آیا۔ لہٰذا صف بندی دھری رہ گئی۔ ان دنوں یہ "موذن" جماعت منصورہ کی طرف منہ کر کے "حی علی الاتحاد" پکار رہی ہے دیکھئے اُن کا وضو کب پورا ہوتا ہے۔ ادھر کچھ دنوں سے تین دینی جماعتوں کے اتحاد کا ڈول ڈالا گیا ہے۔ جو اپنے دینی عقائد میں تو کسی پہلو متفق نہیں ہیں مگر "جمہوریت" کو قدر مشترک بنا کر وقتی طور پر باہم مل بیٹھی ہیں۔ ان تین جماعتوں میں ایک ہماری (غیر مرکزی) جمعیت اہل حدیث بھی ہے۔ اس کی دیکھا دیکھی ہماری "مرکزی" جمعیت اہل حدیث بھی خاکسار جماعت سے اتحاد کر کے اس "اتحادوں کی دوڑ" میں شامل ہو گئی ہے۔

ہمیں سیاسی جماعتوں کے سلسلے میں تو کچھ نہیں کہنا ہے کیوں کہ سیاست ان کا کھیل تماشہ ہے۔ ان کے سامنے کوئی تعمیری مقاصد نہ پہلے کبھی تھے نہ اب دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں سے کسی کا مقصد تو محض اقتدار حاصل کرنا ہے اور کوئی اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کا انتقام لینے پر مُصر ہے۔ دوسرے ان دونوں مقاصد میں یا اشتراک رکھتے ہیں یا محض بیچ خواہ

طابع: چوہدری عبدالباقی نسیم • مطبع ادبی پرنٹرز، لاہور • ناشر: محمد عطاء اللہ حنیف • مقام اشاعت: شیش محل روڈ، لاہور

(Well Wisher) ہیں تاکہ ان کا سیاسی قدر کاٹھ جانا پہچانا رہے۔ ہمیں ان سے غرض نہیں۔ ہمارا روئے سخن اپنی دونوں (مرکزی اور غیر مرکزی) جمعیتوں کی طرف ہے جو اس سیاسی ٹرپونگ میں بگٹٹ دوڑ لگا رہی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان دونوں کے سربرآوردہ لوگ کسی سیاسی یا مالی منفعت کی خاطر ان اتحادوں کا سہارا لے رہے ہیں بلکہ ہمارے خیال میں وہ نیک نیتی سے ملکی اور دینی خدمت سمجھتے ہوئے ان میں شامل ہوئے ہیں لیکن ہمارا نقطۂ نظر اس سلسلے میں مختلف ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ دور میں مغربی طرز کی جمہوریت میں تعاون غیر اسلامی ہے اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان میں شامل ہو کر کسی "اسلامی جمہوریت" کا قیام عمل میں لے آئیں گے تو ؎

این خیال است و محال است و جنوں

اس ملک میں وہ اسلامی نظام جو اہل حدیث کے نقطۂ نظر سے صحیح اسلامی نظام ہے ان جماعتوں کے ذریعے آتا دکھائی نہیں دیتا۔ یہاں اگر کوئی "اسلام" آسکتا ہے تو وہ "مسلم لیگی" ہی ہوگا۔ اس سے مختلف نہیں۔ اور یہ اسلام ۱۹۴۷ء سے ہی قائم ہے۔ اس سے نہ ایک انچ بڑھے گا نہ گھٹے گا۔ اور وہ "سیکولر" اسلام ہے جس میں ہر قسم کے عقائد رکھنے کی اجازت ہے۔ جس میں توحید کے مقابلے میں تثلیث کی تبلیغ اور قبر پرستی کی بھی اجازت ہے۔ نبوت کے تسلسل کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔ قرآن میں تاویل و تحریف کی بھی گنجائش ہے۔ اور حدیث کے انکار ہی نہیں (نعوذ باللہ) اس کی تردید کو بھی تحقیق و اجتہاد کا مقام حاصل ہے۔ اس نقار خانے میں آپ کی آواز کیوں کر سُنی جا سکتی ہے؟

علمائے اہل حدیث کا مقام یہ نہیں کہ وہ کسی ایسے گروہ کے طفیلی بن کر رہیں جہاں وہ شرک و بدعت کے خلاف ایک لفظ نہ کہہ سکیں۔ جہاں انہیں ایسی محفلوں میں شامل ہونا پڑے جن میں حدیث مصطفےٰ اور تعامل صحابہؓ کے خلاف روح فرسا رسوم و روایات کا اہتمام کیا جاتا ہو۔ اور یہ ان کے متفقین بلکہ موئدین میں شمار کیے جائیں۔ ایسی مصلحت کوشی اہل حدیث کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اور اس طرح وہ مقصد جو آپ اپنے تحت الشعور میں لیے بیٹھے ہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔

اہل حدیث کا منصب اہل حل و عقد کی غلط روش پر گرفت اور اصحابِ اقتدار کی کج رویوں اور بداعمالیوں کی نشاندہی ہے۔ عوامی معاشرے کے عقائد و اعمال کی خرابیوں کی اصلاح اور اسلامی تعلیم کی تبلیغ و ترویج ہے۔ ان کے پاس کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا "عصا و ید بیضا" ہے۔ اس لئے ان کو خود ایک "قوتِ قاہرہ" کی صورت میں نمودار ہونا چاہیئے۔ ہمارے خیال میں قرآن پاک کے ارشاد "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔ الآیۃ" کا مصداق محدثین کے جانشین اہل حدیث ہی ہیں جن کو اپنی اپنی ذمہ داری کا شدید احساس ہونا چاہیے۔

اس وقت ملک میں کتاب و سنّت کے نفاذ کی سخت ضرورت ہے۔ یہاں کا تعلیم یافتہ مسلمان ارتداد کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس میں الحاد و انحراف کا جادو اپنا کام کر چکا ہے۔ اور جو طبقہ مذہب سے لگاؤ رکھتا ہے، وہ مذہب کے نام پر شرکیہ اور بدعی عقائد و اعمال میں مُبتلا ہے۔ اس کا توڑ اگر کسی کے پاس ہے تو وہ صرف اور صرف اہلحدیث کا مسلک ہے جس کے پاس توحید کا چشمۂ صافی ہے۔ ان کو "کرسی نشینی" کی بجائے "بوریا نشینی" پر فخر ہونا چاہیئے۔ اور وہ ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں جو ان کے اسلاف کا طرۂ امتیاز تھا جن کے کردار و عمل سے دوسروں کو خدا یاد آجاتے۔ اگر آج اہل حدیث نے اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کیا تو کل حشر میں ان سے باز پرس ہوگی۔ اس لئے ہم بصد ادب اپنی دونوں

(باقی ص ۱۵ پر)

تحریر: السید حامد عبدالرحمٰن الکاف (جدہ)

(قسط ۲)

حقوق کے سلسلے میں اسلام کا قاعدہ کلیہ

عصرِ حاضر کے مسلم معاشرے

آیئے اب ہم اس قرآنی قاعدہ کلیہ کو عصرِ حاضر کے مسلم معاشروں پر منطبق کرکے دیکھیں کہ یہاں کیا صورتِ حال ہے۔

جب ہم ان نام نہاد مسلم معاشروں پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حقوق کی پامالی اکثر و بیشتر طاقتور کی طرف سے ہوتی ہے۔ ان میں بہت سے ایک عجیب افراتفری اور بے چینی کا شکار ہیں۔ رعایا حکام سے متنفّر ہے اور حکام رعایا سے نالاں۔ مزدور کارخانہ داروں کے خلاف صف آرا ہیں تو کارخانہ دار مزدوروں کے شاکی ہیں۔ مزارع اپنے پاس ناانصافیوں کی ایک لمبی چوڑی فہرست رکھتے ہیں تو زمیندار بھی کچھ شکایتیں محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ غرض آپ جس جگہ بھی حقوق و واجبات کے حالات سے دوچار ہوں گے محسوس کریں گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، فریقین ایک دوسرے پر لعنت ملامت کرنے میں مشغول ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کو بدترین دور قرار دیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایسے بدترین دور تک کیسے پہنچ گئے؟

سب ہی جانتے ہیں کہ یہ اُمت ان بیماریوں سے پاک تھی جب تک اس میں خلافتِ راشدہ کا نظام قائم رہا۔ جس میں سب سے زیادہ نمایاں خصوصیات دو تھیں۔

۱۔ اہلِ حل وعقد اور اہل الرائے کے ذریعہ پوری آزادی اور اختیارات کے ساتھ صالح ترین اور قابل ترین شخص کا انتخاب۔

۲۔ عدلیہ کی مکمل آزادی اور غیر جانبداری۔

پہلی خصوصیت نے خلیفہ کو یہ تصور کرانے سے روک دیا کہ ملک اس کی اپنی ذاتی جاگیر ہے جس پر وہ جس طرح چاہے حکومت کرسکتا ہے بلکہ اس کو اس بات کا اندیشہ رہتا تھا۔ اگر اس نے اپنی خود غرضی اور نااہلی کا ثبوت دیا تو عین ممکن ہے کہ جن لوگوں نے اس کو پورے حسنِ ظن سے سب سے بہتر شخص تصور کرکے منتخب کیا ہے وہی لوگ اس کو معزول کردیں گے۔ گویا عزل ونصب کی آزادی سب سے بڑا بریک کا کام کرتی تھی۔ اور خلیفہ کو اس بات پر مجبور کرتی تھی کہ وہ حدود اللہ سے باہر نکلنے کی جرأت نہ کرے۔

دوسری خصوصیت ہر ہر فرد کو یہ اطمینان دلاتی تھی کہ حقوق —— دستوری، قانونی، مالی اور فوجداری اور دیگر حقوق —— کے حاصل کرنے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کا آسان ترین راستہ کھلا ہوا ہے۔ اس سے اس امر کی ضرورت نہیں رہی کہ وہ طاقت اور قوت سے کام لے اور اپنی بات تلوار سے منوائے۔ یہ گویا "قانون کی حکومت" کی عملی تصویر تھی جس کے ہوتے ہوئے تلوار کا نیام سے نکلنا بالکل بے معنی بات تھی۔

یہیں سے اسلامی تاریخ کی وہ گتھی چشم زدن میں سلجھ جاتی ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ تلوار نیام سے صرف اس وقت نکلیں جب خلافت کے

شورائی نظام کو عزل ونصب کے حق سے محروم کر کے بے جان بنانے کی کوشش کی گئی۔ اس وقت سے آج تک یہ نامبارک اور تباہ کن سلسلہ جاری ہے اور شاید اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک مذکورہ بالا دو اساسی شرطوں کو پوری دیانت داری اور انصاف اور خوفِ خدا اور آخرت کی جواب دہی کے تصورات پر مستحکم انداز میں پورا نہ کیا جائے۔

جو لوگ اس اُمت کی فلاح و بہبود اور خیر و صلاح کے دعوے دار ہیں ان کا کام اصلی اور حقیقی فریضہ یہ ہے کہ وہ ان دو ناگزیر اور اساسی شرطوں پر خود عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی اس پر کاربند ہونے کی مخلصانہ اور بے غرضانہ دعوت دیں۔

اس کا نہایت آسان اور کامیاب طریقہ موجودہ دور میں یہ ہے کہ اسلامی دستور کی بنیاد پر منتخب حکومتیں عوام کی آزادانہ رائے سے قائم کی جائیں۔ جن کا مطمحِ نظر اور اولین ہدف یہ ہو کہ اس اعلیٰ ترین مقصد کو حاصل کیا جائے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں فرمایا ہے۔

اسلام ہر چیز اور ہر عمل میں عدل کا خواہاں ہے

سورۃ الحدید میں نہایت واشگاف الفاظ میں رسولوں کو بھیجنے اور کتابوں کو نازل کرنے کا سبب یوں بیان فرمایا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ. (الحدید-۲۵) (بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل پہ قائم ہوں)

اسی طرح سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ (الشوریٰ-۱۷) (اللہ ہی ہے جس نے اتاری ہے کتاب حق کے ساتھ اور (جو فیصلہ کے لیے) میزان ہے)

سورۃ الرحمان میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ (الرحمٰن) (اُس نے آسمان کو بلند کیا اور میزان (عدل) کو قائم کیا)

محض اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے لین دین اور تولنے میں عدل کا عنصر ہمیشہ برقرار رکھے۔ تاکہ عالمِ اقدار (عقائد و افکار جن کی طرف اُوپر کی دو آیتوں میں اشارات کئے گئے ہیں) کے ساتھ ساتھ عالمِ محسوسات میں بھی میزان اپنا کام کر کے فریقین (لینے اور دینے والے) کے درمیان "حق" یعنی انصاف کو قائم کر دے جس پر زمین و آسمان اور اس کائنات کی ہر چیز قائم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ (الانعام: ۱۵۳) (ناپ اور تول کو عدل کے ساتھ پورا کرو)

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (الرحمان-۹) (وزن کو عدل کے ساتھ قائم کرو۔ اور میزان (ناپ تول) میں کمی نہ کرو)

پہلی دو آیات بعثتِ انبیاء کرام علیہم افضل الصلوات والتسلیم کا حقیقی مقصد بیان کرتی ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے "تدبر قرآن" میں ان کی بڑی دل نشین تفسیر بیان کی ہے قارئین کے افادے کی خاطر اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"یہ رسولوں اور کتابوں کے بھیجنے کا مقصد واضح کیا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے رسول بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں کہ لوگ زندگی کے ہر شعبے میں حق و عدل کے اختیار کرنے والے بنیں۔ عقائد میں راہ اختیار کریں جو ہر کج پیچ سے پاک سیدھی اور بیچ (وسط) کی راہ ہو اور اعمال میں، خواہ وہ انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا اجتماعی زندگی سے وہ روش اختیار کریں جو حق و عدل پر مبنی اور ظلم و جور کے ہر شائبہ سے پاک ہو۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے رسول محض وعظ سنا دینے کے لئے نہیں بھیجے اور نہ کتابیں محض تلاوت کے لیے نازل کی ہیں بلکہ ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کی رہنمائی میں حق و عدل پر قائم رہنے والے بنیں۔ "کتاب" کے ساتھ "میزان" کا ذکر میرے

نزدیک کتاب ہی کے سب سے بڑے مقصد کی وضاحت کے لئے ہے کہ وہ بول کر بتاتی ہے کہ کس کے ساتھ کتنا حق ہے۔ اور اس میں کتنا غیر مطلوب اضافہ ہے۔ سورہ شوریٰ میں کتاب الٰہی کے اس پہلو کو نہایت وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔ وہاں پہلے یہ حقیقت واضح فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے تمام رسولوں نے صرف توحید کی تعلیم دی ہے اور اس راہ سے معمولی انحراف کو بھی نہایت شدت کے ساتھ رد کیا ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی ہے کہ اسی راہ کی لوگوں کو دعوت دو اور اپنے مخالفوں کو آگاہ کر دو کہ میں اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لایا ہوں تو تمہاری بدعتوں کی پیروی کس طرح کر سکتا ہوں۔ یہ کتاب دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس منصب پر مامور فرمایا ہے کہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں اور اس میزان پر تول کر بتاؤں کہ تم میں سے کس کے پاس کتنا حق ہے اور کتنا باطل۔

اسی پہلو سے قرآن کو "مہیمن" بھی کہا گیا ہے۔ "مہیمن" کے معنی کسوٹی کے ہیں یعنی قرآن ایک کسوٹی ہے جس پر پرکھ کر کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کیا جاتا ہے عدل اور قسط کو قائم کرنے کے لئے میزان اور کسوٹی کا ہونا ضروری ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ دونوں صفتیں واضح فرمائی ہیں۔[1]

قرآن خود کیا کہتا ہے؟ آیئے ہم خود اس میزان (یعنی قرآن) پر تول کر اور اس کسوٹی پر پرکھ کر دیکھیں کہ ایک مسلم معاشرہ پر ایک حکومت کی حقیقت اور مزاج وہ کس طرح متعین کرتا ہے۔

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (الشوریٰ ۳۸)

اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔

چونکہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس آیت پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اس لئے اس کو یہاں نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

"اس چیز کو یہاں اہل ایمان کی بہترین صفات میں شمار کیا گیا ہے اور سورۃ آل عمران میں (آیت ۱۵۹) اس کا حکم دیا گیا ہے (یعنی، شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ معاملات میں ان سے مشورہ کرو)[2] اس بنا پر مشاورت اسلامی طرز زندگی کا ایک اہم ستون ہے اور مشورے کے بغیر اجتماعی کام چلانا نہ صرف جاہلیت کا طریقہ ہے بلکہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے ضابطے کی صریح خلاف ورزی ہے۔ مشاورت کو اسلام میں یہ اہمیت کیوں دی گئی ہے؟ اس کے وجوہ پر اگر غور کیا جائے تو تین باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔

۱۔ جس معاملے کا تعلق دو یا زائد آدمیوں کے مفاد سے ہو، اس میں کسی ایک شخص کا اپنی رائے سے فیصلہ کر ڈالنا اور دوسرے متعلقہ اشخاص کو نظر انداز کر دینا زیادتی ہے۔ مشترک معاملات میں کسی کو اپنی من مانی چلانے کا حق نہیں ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک معاملہ جتنے لوگوں کے مفاد سے تعلق رکھتا ہو اس میں ان سب کی رائے لی جائے اور اگر وہ کسی بہت بڑی تعداد سے متعلق ہو تو ان کے معتمد علیہ نمائندوں کو شریک مشورہ کیا جائے۔

۲۔ مشترک معاملات میں انسان اپنی من مانی چلانے کی کوشش یا تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی اغراض کے لیے دوسروں کا حق مارنا چاہتا ہے یا پھر اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑی چیز اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اخلاقی حیثیت سے یہ دونوں صفات یکساں قبیح ہیں۔ اور مومن کے اندر ان میں سے کسی صفت کا شائبہ بھی نہیں پایا جا سکتا۔ مومن نہ خود غرض ہوتا ہے کہ دوسروں کے حقوق

---

[1] تدبر قرآن جلد ہفتم صفحہ ۲۲۹ ۔ ۲۳۰ طبع اول ۱۹۷۶ء

[2] قوسین کے درمیان وضاحت کے لئے میں نے اضافہ کیا ہے (مترجم)

پر دست درازی کر کے خود ناجائز فائدہ اٹھانا چاہے اور نہ وہ متکبر اور خود پسند ہوتا ہے کہ اپنے آپ ہی کو عقلِ کل اور علیم و خبیر سمجھے۔

۳۔ جن معاملات کا تعلق دوسروں کے حقوق اور مفاد سے ہو ان میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ کوئی شخص جو خدا سے ڈرتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس کی کتنی سخت جوابدہی اسے اپنے رب کے سامنے کرنی پڑے گی کبھی اس بھاری بوجھ کو تنہا اپنے سر لینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی جرأت صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو خدا سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہوتے ہیں۔ خدا ترس اور آخرت کی باز پرس کا احساس رکھنے والا آدمی تو لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترک معاملہ جن جن سے بھی متعلق ہو ان سب کو، یا ان کے بھروسے کے نمائندوں کو اس کا فیصلہ کرنے میں شریکِ مشورہ کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ صحیح اور بے لاگ اور مبنی بر انصاف فیصلہ کیا جا سکے اور اگر خدانخواستہ کوئی غلطی ہو بھی تو تنہا کسی ایک شخص پر اس کی ذمہ داری نہ آ پڑے۔

یہ تین وجوہ ایسے ہیں جن پر آدمی اگر غور کرے تو اس کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آ سکتی ہے کہ اسلام جس اخلاق کی انسان کو تعلیم دیتا ہے، مشورہ اس کا لازمی تقاضا ہے اور اس سے انحراف ایک بڑی بداخلاقی ہے جس کی اسلام کبھی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسلامی طرزِ زندگی یہ چاہتا ہے کہ مشاورت کا اصول ہر چھوٹے بڑے اجتماعی معاملے میں برتا جانا چاہیے۔ گھر کے معاملات ہوں تو میاں اور بیوی باہم مشورے سے کام کریں اور بچے جب جوان ہو جائیں تو انہیں بھی شریکِ مشورہ کیا جائے۔ خاندان کے معاملات ہوں تو ان میں کنبے کے عاقل و بالغ افراد کی رائے لی جائے۔ ایک قبیلے یا برادری یا بستی کے معاملات ہوں اور سب لوگوں کا شریکِ مشورہ ہونا ممکن نہ ہو تو ان کا فیصلہ کوئی ایسی پنچایت یا مجلس کرے جس میں کسی متفق علیہ طریقے کے مطابق تمام لوگوں کے معتمد علیہ نمائندے شریک ہوں۔ ایک پوری قوم کے معاملات ہوں تو ان کے چلانے کے لئے قوم کا سربراہ سب کی مرضی سے مقرر کیا جائے اور وہ قومی معاملات کو ایسے صاحبِ رائے لوگوں کے مشورے سے چلائے جن کو قوم قابلِ اعتماد سمجھتی ہو اور وہ اس وقت تک سربراہ رہے جب تک قوم خود اسے اپنا سربراہ بنائے رکھنا چاہے۔ کوئی ایماندار آدمی قوم کا سربراہ بننے اور بنے رہنے کی خواہش یا کوشش نہیں کر سکتا، نہ یہ فریب کاری کر سکتا ہے کہ پہلے بزور قوم کے سر پر مسلّط ہو جائے اور پھر جبر کے تحت لوگوں کی رضامندی طلب کرے اور نہ اس طرح کی چالیں چل سکتا ہے کہ اس کو مشورہ دینے کے لئے لوگ اپنی آزاد مرضی سے اپنی پسند کے نمائندے نہیں بلکہ وہ نمائندے منتخب کریں جو اس کی مرضی کے مطابق رائے دینے والے ہوں۔ ایسی ہر خواہش صرف اس نفس میں پیدا ہوتی ہے جو نیت کی خرابی سے ملوث ہو، اور اس خواہش کے ساتھ "امرھم شوریٰ بینھم" کی ظاہری شکل بنائے اور اس کی حقیقت غائب کر دینے کی کوشش صرف وہی شخص کر سکتا ہے جسے خدا اور خلق دونوں کو دھوکا دینے میں کوئی باک نہ ہو، حالانکہ نہ خدا دھوکا کھا سکتا ہے اور نہ خلق ہی اتنی اندھی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص دن کی روشنی میں علانیہ ڈاکہ مار رہا ہو اور وہ سچے دل سے یہ سمجھتی رہے کہ وہ ڈاکہ نہیں مار رہا ہے بلکہ لوگوں کی خدمت کر رہا ہے۔ (باقی)

واہ کینٹ لائبریری کے لئے امداد کی اپیل

دو سال سے واہ کینٹ میں جمعیت شبان اہلحدیث نے لائبریری بنائی ہوئی ہے۔ مالی کمزوری کی وجہ سے اس کو وسیع نہیں کر سکے۔ تمام برادرانِ اسلام سے اپیل ہے کہ ہمارے ساتھ نقد رقوم اور کتابوں کے ذریعے تعاون فرمائیں۔

(سید طارق محمود نقوی ناظم لائبریری ۲/۴۳ بلٹی سٹوری [illegible] الف واہ کینٹ)

تحریر: مولانا غلام رسول مہر مرحوم (قسط ۲)

تلخیص: ادارہ محدث - بنارس

مشہدِ بالاکوٹ

۳- آخری رات اور آخری صبح

لڑائی کی اسکیم سکھ مٹی کوٹ کے ٹیلے پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو صاف واضح ہو گیا تھا کہ اب قصبے اور ٹیلے کے درمیانی میدان میں لڑائی ہوگی اس لیے سید صاحب نے تمام مورچوں اور چوکیوں سے غازیوں کو بلا لیا اور فرمایا کہ رات کو خوب دعائیں مانگو۔ پروردگار کی بارگاہ میں آمرزش و استغفار کرو۔ صبح مقابلہ ہے۔ خدا جانے کس کی شہادت ہو۔ اور کون زندہ رہے۔

لڑائی کی اسکیم یہ تھی کہ سکھ مٹی کوٹ سے اتر کر ٹیلے اور قصبے کے درمیانی نشیب میں پہنچیں تو ان پر حملہ کیا۔ اس نشیب میں زیادہ تر شالی کے کھیت تھے۔ ان میں رات کو پانی چھوڑ دیا گیا تھا۔ تاکہ زمین دلدل بن کر زیادہ سے زیادہ ناقابلِ گذر ہو جائے۔ یہ بہترین اسکیم تھی۔ اس لیے کہ سکھ جب اوپر سے اتر کر نشیب میں پہنچ جاتے تو پہلے انہیں دلدل سے سابقہ پڑتا۔ دلدل میں آگے پیچھے دائیں بائیں نقل و حرکت مشکل تھی۔ غازی دلدل سے باہر کھڑے کھڑے ان پر گولیاں برسا سکتے تھے جو سکھ دلدل سے گذر آتے۔ چڑھائی میں ان کے سانس پھول جاتے اور وہ تیزی سے پیش قدمی نہ کر سکتے۔ اور غازی ان پر چڑھائی کے وقت حملہ کر سکتے تھے۔

مورچہ بندی اسی اسکیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختلف جماعتوں کو مناسب مقامات پر مورچہ بندی کا حکم دیا گیا۔ زیادہ تر مورچے ست بنے کے نالے پر تھے جو شمالی و مغربی گوشے سے بالاکوٹ کے حلقے میں داخل ہوتا ہے اور جنوبی و مشرقی رخ پر بہتا ہوا قصبے کے پشتے کی مغربی جانب سے گذرا ہے۔ مختلف روایتوں سے ماخوذ مرقع یہ ہے۔

۱- جہاں سے ست بنے کا نالہ بالاکوٹ کے حلقے میں داخل ہوا ہے وہاں سب سے پہلے ملا لعل محمد قندھاری کا مورچہ تجویز ہوا۔ یہ مورچہ اس ٹیلے کے دامن سے شروع ہوتا تھا جو ست بنے نالے اور مٹی کوٹ کے ٹیلے کے درمیان ہے۔

۲- ملا لعل محمد کے مورچے کے بائیں جانب یعنی قصبے کی سمت میں مولانا شاہ اسماعیل کی جماعت کو بٹھانے کا فیصلہ ہوا۔ لیکن خود مولانا جماعت کے ساتھ نہ تھے۔

۳- مولانا کی جماعت کے بائیں ہاتھ شیخ ولی محمد کی جماعت کا مورچہ تھا۔ شیخ صاحب بھی جماعت کے ساتھ نہ تھے۔

۴- شیخ کی جماعت کے بائیں ہاتھ ناصر خان بھٹ گرامی اور حبیب اللہ (گڑھی والا) کے جیش متعین ہوئے۔

اسی طرح مختلف جماعات و جیوش کے مورچے ہلالی شکل میں قصبے تک آتے تھے۔ بعض جماعتوں کے مورچے مسجد زیریں میں یا اس کے آس پاس رکھے گئے۔ مولانا شاہ اسماعیل غازیوں کے ایک گروہ کے ساتھ مسجد بالا کے پاس شمالی جانب

میں قیام فرما ہوئے۔ ان کے سامنے مسجد کی غربی سمت میں مولوی احمد اللہ ناگپوری کی جماعت کو بٹھایا۔ اس مسجد سے دس پندرہ قدم نیچے اُتر کر ایک نشیب میں شاہینچیوں کا مورچہ تجویز ہوا۔ خود سید صاحب نے طے کیا کہ صبح کی نماز کے بعد مسجد بالا میں بیٹھیں گے اور وہاں سے مناسب وقت پر سکھوں پہ حملہ کریں گے۔ رزمگاہ کے نقشے پر ایک نظر ڈال لی جائے تو واضح ہو جائے گا کہ سکھ مٹی کوٹ سے اتر کر قصبے میں پہنچنے تک برابر تمام مورچوں کے ہدف بنے رہتے۔ اوّل تو سو میں سے دس بھی قصبے کے قریب تک سلامت نہ پہنچ سکتے جو پہنچ جاتے ان پہ قصبے کی سمت سے یورش ہوتی تھی۔

مختلف جماعتوں نے رات رات میں مورچہ بندی مکمل کرلی۔ اس غرض کے لیے زیادہ تر پتھر استعمال کئے گئے۔ بالاکوٹ میں اس جنس کی کمی نہ تھی۔ تختوں اور کواڑوں سے بھی کام لیا گیا۔

سیّد صاحب نے عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا۔ پھر اپنے پارچوں میں سے کچھ منشی خواجہ محمد حسن کو دیئے کہ صبح یہی پہننا۔ کچھ حکیم قمرالدین پھلیتی کو دیئے۔ ایک سرمئی ارخالق، سفید پاجامہ کا انگریزی دستار اور کشمیری پٹکا وغیرہ اپنے پہننے کے لیے الگ کرلیا۔ پھر ساتھیوں سے فرمایا کہ اب آرام کرو۔ خود بھی باطمینان خاطر سو گئے۔ حسب معمول پچھلی رات کو اٹھ کر تہجد پڑھی پھر ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے۔

صبحِ شہادت

صبح کی نماز کے لیے مسجد بالا میں پہنچے جہاں بہت سے غازیوں نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔ پھر قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور دیر تک وظائف میں لگے رہے۔ سورج نکل آیا تو اشراق کی نماز پڑھی پھر لبیں ترشوائیں۔ ریش مبارک میں کنگھی کی۔ سُرمہ لگایا اور رات کے وقت جو لباس الگ کر رکھا تھا اُسے پہن کر تیار ہو گئے۔ ایک پستول۔ ایک ولایتی چھری اور ایک کٹار لی۔ ایک تلوار باندھی۔ جنگ میں دو رائفلیں استعمال کرتے تھے جنہیں دو رفیق باری باری بھر کر دیتے جاتے تھے لباس پہن کر اور ہتھیار سجا کر آپ مسجد بالا میں پہنچ گئے۔ اس وقت دن چڑھے ہوئے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ گزرا تھا۔

دندانہ دار گنڈاسے

غازیوں کو گولی بارود وغیرہ ضروری چیزیں دے دی گئیں۔ اسلامی لشکر کا ایک خاص ہتھیار دندانہ دار گنڈاسہ تھا۔ جس میں لمبا دستہ لگا دیا جاتا تھا۔ بالاکوٹ میں کئی لوہار گولیوں گولوں اور گنڈاسوں کی تیاری کے لیے بُلا لیے گئے تھے۔ اور انہوں نے خاصی بڑی مقدار میں یہ چیزیں بنا لی تھیں۔ گنڈاسے ان لوگوں کو دیئے جاتے تھے جن کے لیے کوئی دوسرا ہتھیار نہ ہوتا تھا یا جو بندوق اور تلوار سے کام لینے میں مشاق نہ ہوتے تھے یا جن کا ایک ایک ہاتھ کسی جنگ میں بیکار ہو چکا تھا۔ اور وہ جہاد کو کارِ ثواب و عبادت سمجھ کر انجام دینے کے مشتاق ہوتے تھے۔

توشہ خانہ اور مہریں

معمول تھا کہ جنگ کے موقعہ پہ توشہ خانے کا سارا اسباب کسی محفوظ مقام پر رکھوا دیا جاتا۔ جنگ سے ذرا پہلے سیّد صاحب سے پُوچھا گیا کہ اسباب کہاں رکھوا دیا جائے۔ فرمایا جہاں پڑا ہے وہیں رہنے دیجئے۔ آپ کی مہر منشی محمدی انصاری میر منشی کے پاس رہتی تھی۔ مولانا شاہ اسماعیل کے مشورے سے منشی صاحب نے مہر، حضرت کے خریطے میں ڈال دی۔ خود مولانا کی مہر سیّد جعفر علی نقوی کے پاس تھی انہوں نے یہ مہر مولانا کو دیدی۔

سکھوں کا ظہور

سکھ ایک دن پہلے ہی پہاڑ پہ پہنچ گئے تھے لیکن رات ہو جانے کے سبب پیش قدمی نہیں کی تھی۔ سورج نکل آیا تو مٹی کوٹ کے شمالی گوشے میں نمودار ہوئے۔ آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھنے لگی۔ ان کی گولیاں قصبے اور مسجد بالا میں آ رہی تھیں۔ شاہینوں کے گولے قصبے کے اُوپر سے نکل رہے تھے۔ غازیوں کے لشکر میں دو لڑکے ذرا سیانے تھے۔ ایک حافظ الٰہی بخش۔ دوسرا علیم الدین۔ یہ دونوں چلے ہوئے گولے اور گولیاں اٹھا اٹھا کر

غازیوں کو دینے لگے۔

سیّد صاحب مسجد میں پہنچ کر سائبان کے نیچے بیٹھ گئے جو سکھوں کے گولوں اور گولیوں کی زد میں تھا۔ ساتھیوں نے عرض کیا آڑ میں ہو جائیں۔ فرمایا: ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہیئے۔ غازی ادھر اُدھر سے کواڑ اٹھا کر لے آئے اور مسجد کی مغربی سمت میں جو مٹی کوٹ کے سامنے تھی کواڑ کھڑے کر کے حفاظت کا بندوبست کر لیا۔ قصبے کے بیشتر باشندے ایک دن پہلے گھر بار چھوڑ کر باہر جا چکے تھے۔ صرف غازی باقی رہ گئے تھے۔ یا ممکن ہے چند مقامی آدمی ہوں۔

یوم بالاکوٹ کا پہلا شہید

سیّد صاحب نے ایک روز پہلے تاکید فرما دی تھی کہ تمام غازی بھائی صبح کی نماز کے ساتھ ہی کھانے سے فارغ ہو جائیں۔ اکثر کھانا کھا چکے تھے بعض کھا رہے تھے۔ ٹپیالے کے سید چراغ علی صاحب نماز سے فارغ ہو کر کھیر پکانے میں لگ گئے۔ سکھ مٹی کوٹ کے ٹیلے سے نیچے اُترنے لگے تو سیّد چراغ علی دیگچی میں کڑچھا ہلاتے جاتے تھے اور وقتاً فوقتاً سکھوں کو دیکھ لیتے تھے۔ اچانک ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور بولے۔ بھائیو! دیکھو وہ حور سرخ کپڑے پہنے چلی آ رہی ہے۔ یہ کہتے ہی کڑچھا اٹھا کر دیگچی پر مارتے ہوئے کہا بس اب حور ہی کے ہاتھ سے کھانا کھائیں گے۔ پھر اُٹھے اور تیزی سے مٹی کوٹ کے ٹیلے کی طرف دوڑے۔ جدھر سے سکھ نیچے آ رہے تھے۔ یہ سب کچھ آناً فاناً ہوا۔ اور ساتھیوں کو انہیں روکنے کا موقع نہ مل سکا۔ وہ اتنی دور جا چکے تھے کہ ان کے پیچھے جانا بے سود تھا۔ اسی حالت میں ان کے گولی لگی اور وہ شہید ہو گئے۔ یوم بالاکوٹ کے یہ پہلے شہید تھے۔

اجتماعی حملے کا فیصلہ

سیّد صاحب نے تمام جماعتوں کے سرداروں کو تاکید فرما دی تھی کہ سب بھائی مورچوں میں بیٹھے ہوئے گولیاں چلاتے رہیں لیکن باہر نکل کر اس وقت تک کوئی حملہ نہ کرے جب تک ہمارا نشان آگے بڑھتا ہوا نظر نہ آئے یعنی جب تک خود سیّد صاحب حملہ نہ کریں۔ یہ تاکید اس مصلحت پر مبنی تھی کہ سکھوں کی جماعت بہت بڑی ہے۔ غازیوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں نے متفرق حملے کئے تو سب غیر مؤثر رہیں گے۔ سکھ پہاڑ پر سے اُتر کر میدان میں خصوصاً میدان کے نشیبی حصے میں پہنچ جائیں گے اور اس وقت ان پر شمال، شمال مشرق اور مشرق کی جانب سے ایک دم اجتماعی یورش ہو گی تو ان کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جا سکے گا۔

ملا لعل محمد قندھاری اپنے مورچے سے دوڑے آئے اور عرض کیا کہ سکھ ہم سے بہت تھوڑے فاصلے پر رہ گئے ہیں۔ کیا حکم ہے؟ پوچھا کتنی دور ہوں گے؟ ملا صاحب نے کہا گولی کی زد پر۔ فرمایا مورچوں سے بندوقیں چلاتے جاؤ جب تک ہم نہ نکلیں ان پر حملہ نہ کرو۔

سکھ لشکر کے جو دستے نیچے اُتر چکے تھے انہوں نے تیزی سے قصبے کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔ باقی لوگ سیل کی طرح اُتر رہے تھے۔ سید صاحب سائبان کے نیچے لیٹ گئے۔ پھر محمود خاں لکھنوی کی عرض پر اٹھ کر داہنا ہاتھ ان کے چہرے پر پھیرا اور ان کے لئے دعا کی وہ خوش خوش اپنے مورچے میں چلے گئے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ بھائیو! ہم اندر جا کر اکیلے دُعا کریں گے۔ کوئی بھائی ہمارے ساتھ نہ آئے۔ چنانچہ آپ اندر چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر دعا میں مشغول رہے۔ پھر دروازہ کھول کر پوچھا کہ مجھے کس نے آواز دی؟ عرض کیا گیا کسی نے نہیں۔ یہ سن کر دروازہ بند کر لیا۔ اسی طرح دو مرتبہ دروازہ کھول کر استفسار فرمایا۔ محمد امیر خاں قصوری کہتے ہیں کہ میں مسجد سے باہر کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اسی طرح تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کھڑکی کھول کر مجھ سے بھی پوچھا کہ

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

تحقیق وتنقید   قسط ۲۲   مولانا صفیر احمد شاغف بہاری

محمدی صراطِ مستقیم بجواب دیوبندی صراطِ مستقیم

حنفی ۹۔ عن ابراھیم ..... (موطا امام محمدؒ ص۱۵۱) ص۱۵۲۔

اہلحدیث یہ روایت بھی منقطع ہے۔ اس لیے قابلِ حجت نہیں۔

حنفی ۱۰۔ عن عقبۃ ...... باسنادٍ صحیح (ص۱۵۴/۱۵۵)

اہلحدیث اس قسم کی روایتوں پر کئی مرتبہ لکھا جا چکا ہے کہ احناف اس کے ظاہر پر عامل ہی نہیں لہٰذا جس پر عمل (ہی) نہ ہو وہ روایت ان کے لیے حجت کیسے بن سکتی ہے؟

حنفی ۱۱۔ عن انس .... نماز مغرب کی طرح ہے۔ ص۱۵۵

اہلحدیث ان روایتوں کی صحت وضعف پر کلام کرنے کے بجائے صرف متن پر ہی غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ روایتیں مسلک حنفیہ کی حجت نہیں بن سکتی ہیں کیونکہ ان روایتوں میں صرف تین رکعت کا ذکر ہے۔ کیفیت ادا کی نہیں اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین رکعتیں بیک تشہد وسلام پڑھی گئی ہیں۔ فافہم وتدبر۔

حنفی ۱۲۔ عن ابی یحیٰی ...... تین ہی وتر پڑھتے" ص۱۵۵/۱۵۶۔

اہلحدیث اس روایت کو تین رکعت پر محمول کرنا عدم تدبر پر مبنی ہے۔ روایت کے الفاظ پر غور کیجئے۔

"اترون لی ادرک ان اصلی ثلاثا، یرید الوتر وركعتی الفجر وصلٰوۃ الصبح، قبل ان تطلع الشمس فقالوا: نعم فصلی، وھذا فی آخر وقت الفجر" یہ ہے وہ روایت اس کا صحیح ترجمہ ہے "تمہارا کیا خیال ہے میں سورج طلوع ہونے سے قبل تین نمازیں پڑھ سکتا ہوں۔ ابن عباس کی مراد ان تین نمازوں سے وتر، فجر کی دو سنتیں اور صبح کی نماز فرض تھی۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں اور یہ فجر کا آخری وقت تھا"

اب آپ انصاف سے بتائیں کہ اس روایت میں تین رکعت وتر کا کہاں ذکر ہے؟ جب اس روایت میں سرے سے رکعت کا ذکر ہی نہیں تو پھر اس تین رکعت وتر پڑھنے کی دلیل میں پیش کرنا کیسے صحیح ہوگا۔ پھر اس پر احناف کا یہ فرمانا کہ "اگر ابن عباس کے نزدیک تین رکعت سے کم وتر جائز ہوتے تو ناممکن تھا کہ ایسے تنگ وقت میں جب کہ نماز فجر کے قضا ہونے کا اندیشہ تھا تین ہی وتر پڑھتے۔

جب روایت میں رکعت کا ذکر ہی نہیں تو تین کی یہ رٹ جو استاد شاگرد لگا رہے ہیں یہ کس طرح صحیح ہوگا۔

ہمارے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل تو فرض کے مقابلے میں سُنن کو ترجیح دینا ایسے وقت میں قابلِ قبول نہیں۔ ابن عباسؓ نے اپنے اجتہاد سے یہ کام کیا وہ ماجور ہیں لیکن ہمارے لیے یہ حجت نہیں۔ دوسری بات یہ کہ اس تنگ وقت میں ابن عباس نے صرف ایک ہی رکعت پڑھی ہوگی، قرینِ قیاس یہی ہے کیونکہ ایک رکعت وتر کے راویوں میں ابن عباس بھی ہیں۔

حنفی | ۱۵۔ عن سعید .... دو چار رکعتیں نفل کی نہ پڑھے۔ صـ ۱۵۶

اہلحدیث | یہ روایتیں آپ کے لیے حجت تو نہیں بلکہ تین رکعات کی نفی کر رہی ہیں۔ اور آپ تین رکعات کے اثبات میں اسے نقل کر رہے ہیں۔ رہی بات دو چار نفل کی تو کیا اس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل ہے کہ دو چار نفل پڑھی جائے اگر نہیں تو پھر زبردستی شارع بننے کا نتیجہ کل قیامت میں بہت برا ہوگا۔ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

حنفی | ۱۷۔ عن الحسن .... تیسری رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔ صـ ۱۵۶/۱۵۷

اہلحدیث | یہ روایت بھی منقطع ہے لہٰذا حجت نہیں۔

حنفی | ۱۹۔ عن ابی غالب .... ابن ابی شیبہ ج ۲ صـ ۲۹۴) صـ ۱۵۷

اہلحدیث | یہ اثر بھی حجت نہیں کیونکہ ابو غالب صدوق ہونے کے ساتھ مخطی ہیں لہٰذا جب تک کوئی ثقہ راوی ان کی روایت کا مؤید نہ ہو قابل حجت نہیں۔

حنفی | ۱۹۔ عن ابی خالدہ .... اور وتر میں ضروری ہے۔ صـ ۱۵۷

اہلحدیث | آپ نے نقل تو کر دیا لیکن طباعت کی غلطیوں تک سے واقفیت نہ ہو سکی۔ بہرحال آخر میں جو نتیجہ آپ نے نکالا ہے اگر وہ صحیح ہے تو پھر اس حدیث سے حنفیہ کو استدلال کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وتر کا طریقہ عند الحنفیہ یہ ہے ہی نہیں جس پر بار بار کلام کر چکا ہوں۔

حنفی | ۲۰۔ عن القاسم .... اس لیے مؤاخذہ ان سے بھی نہیں ہوگا۔ صـ ۱۵۷/۱۵۸۔

اہلحدیث | امام بخاری نے قاسم بن محمد کا یہ قول حدیث ابن عمرؓ کے بعد نقل کیا ہے اور ابن عمرؓ کی روایت جس میں ایک رکعت وتر کا ذکر ہے۔ یہی قاسم بن محمد راوی ہیں۔ پھر یہ ان کا فرمانا کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے۔ لوگوں کو تین ہی وتر پڑھتے دیکھا ہے۔ گویا حدیث رسولؐ پر نقد ہے۔ لیکن ایسا سرے سے ہی نہیں، دراصل ترجمہ غلط کرنے کا یہ نتیجہ ہے۔ قاسم ابن محمد کے الفاظ پر غور کیجئے۔

"رأینا أناسا منذ ادرکنا یوترون بثلاث" الخ۔ یعنی ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کچھ لوگوں کو تین رکعات وتر پڑھتے دیکھا ہے اور پھر اس کے بعد فرمانا کہ سب طرح گنجائش ہے۔ یہ واضح کر دیا ہے کہ وتر دراصل ایک ہی ہے۔ اگر کوئی دو نفل اور ایک وتر ایک ساتھ پڑھے تو جائز ہے یہ ہے اس روایت کا صحیح مطلب۔

حنفی | ۲۱۔ عن علقمۃ .... (طحاوی ج ۱ صـ ۱۴۵) صـ ۱۵۸/۱۵۹۔

اہلحدیث | ان آثار کے اسناد پر بحث چھوڑتے ہوئے صرف متن ہی سے بحث کرنا کافی ہے۔ آپ غائر نظر ڈال جائے کسی ایک میں بھی حنفیہ کا وتر معہود مذکور ہے؟ ہرگز نہیں بس صرف تین رکعات کا ذکر ہے۔ اور ہمارے نزدیک تین رکعت بیک تشہد و سلام پڑھنا جائز ہے۔ پھر یہ ہم پر حجت کس طرح ہو گئی۔ البتہ احناف پر حجت ضرور ہیں۔

حنفی | ۲۶۔ عن الحسن .... صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ صـ ۱۵۹

اہلحدیث | اس کی سند ہی صحیح نہیں تو پھر اس سے استدلال کیسے۔ اس اثر کے راوی عمرو بن عبید پر شدید کلام ہے۔ بنوری صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ یہ روایت صحیح ثابت ہو جائے لیکن وائے ناکامی۔ سند کے علاوہ متن بھی منکر ہے۔ آخر تین پر اجماع ہو چکا تو پھر صحابہ اور تابعین میں ایک جم غفیر سے بصراحت ایک رکعت پڑھنے اور روایت کرنے کا ثبوت کتب صحاح میں موجود ہے تو کیا بنوری اور ان کے ہمنوا ان سب کو غیر مسلم تسلیم

کرتے ہیں۔ کیوں کہ اس اثر میں ہے اجمع المسلمون
یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے لہٰذا جو اس کے خلاف ہے وہ غیر مسلم
ہے۔ اُمید ہے کہ لدھیانوی صاحب اپنے اکابر سے مشورہ کر کے
فوراً اعلان فرمائیں گے کہ وہ حضرات جو تین سے کم یا زائد پڑھتے
پڑھاتے اور فتوی دیتے رہے ہیں وہ غیر مسلم ہیں۔

حنفی | صحابہ کرام ...... مرجوح اور شاذ ہیں۔ صفحہ ۱۵۹

اہلحدیث | اب تک آپ نے جتنے آثار وغیرہ ذکر کر کے
اپنے لیے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کی سب محنت بیکار رہی۔
ان روایتوں میں بہت سی ناقابلِ حجت ہیں لیکن جو قابلِ
حجت ہیں ان میں بھی حنفیہ کی وتر پر کوئی ایک بھی دلالت
نہیں کرتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنے ظہور پر طحاوی سے لیکر
لدھیانوی تک ہر ایک خوش ہے کہ ہم نے اپنے لیے دلائل
فراہم کر لیے۔

آپ پھر سے ایک نظر ڈال لیجئے ان روایتوں میں
تین رکعات کا ذکر تو ہے لیکن اس کے علاوہ وہ طریقے کہاں
مذکور ہیں جو احناف کے ہاں رائج ہے۔ پھر بعض نہیں بلکہ
اکثر روایات بقرائن قولہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دو رکعت
پر تشہد نہیں کی گئی۔ وغیرہ وغیرہ اور حضرت حسن کے
قول سے اجماع کا ثبوت فراہم کرنے والوں کو چاہیے کہ کچھ
عقل و ہوش سے کام لیں ورنہ خیر القرون سے ایک جم غفیر کو
غیر مسلم قرار دینا پڑے گا۔

ہم نے طوالت کا خیال کرتے ہوئے ان صحابہ
سے مخالف روایتیں موجود ہیں انہیں نقل نہیں کیا ہے۔ مختصر
قیام اللیل امام مروزی اور سنن بیہقی میں دیکھ لیں۔

حنفی | مخالف روایات پر ایک نظر

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ...... ہر روایت کی
تشریح کی جاتی ہے۔ صفحہ ۱۵۹/۱۶۰

اہلحدیث | آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات
میں سے صرف ایک ہی شق کو آپ نے بیان کیا ہے اور اسی طرح
صحابہ و تابعین اور توارث و تعامل اُمت میں سے بھی چند
واقعات اپنے مفید مطلب جن میں اکثر روایتیں مجروح
ناقابلِ حجت تھیں انہیں بیان کر کے یہ غلط تاثر پیدا کیا
ہے۔ ورنہ حقیقتِ حال کچھ اور ہی ہے انشاء اللہ ہم اس
بحث کے آخر میں ان سب کا خلاصہ پیش کریں گے اور کچھ صحابہ
اور تابعین و ائمہ مجتہدین کی فہرست بھی جو ایک رکعت وتر کے
قائل و فاعل اور اسی کا فتوے دیا کرتے تھے اور یہاں بھی آپ
نے جن حضرات صحابہ کی روایتوں کو تاویلات باطلہ کی سان پر
باصول کرخی چڑھانے کی کوشش کی ہے۔ ہم ہر ایک کے ساتھ
آپ کی اس تاویل باطلہ کا پردہ چاک کرتے چلیں گے تاکہ گرد و غبار
چھٹ جائے اور چودھویں رات کا چاند اپنی کامل روشنی،
دل کش منظر اور ٹھنڈک لیے ہوئے اُمتِ مسلمہ کے سامنے
آجائے اور مسلم عوام عُلماء سوء کی فریب کاریوں سے بچ کر
راہ سنت کو اختیار کر کے اپنے مولا کی رضا حاصل کر سکیں۔ اور
آخرت میں شفیع الامت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے جھنڈے تلے جگہ پانے کے مستحق ہو جائیں۔

حنفی | حدیث عائشہ:

حضرت اُم المومنین ...... طرق پر غور کیا جاتا ہے۔ صفحہ ۱۶۰

اہلحدیث | کاش اس غور و فکر کا محور عمل ہوتا لیکن یہاں تو
صرف اپنے مذہب کی پاسداری مقصود ہے۔ حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا یقیناً أعلم أهل الأرض بوتر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسی لیے انہوں نے احوال
مختلفہ میں آپ کی مختلف سنتوں کا ذکر کر دیا کہ حضور کبھی
اس طرح تین رکعتیں پڑھا کرتے تھے کہ بیک سلام و بیک تشہد
اور کبھی پانچ اور کبھی نو اور جب گیارہ پڑھتے تو دو دو رکعت
پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر الگ سے پڑھتے یہ سب
اُمت کی آسانی کے لیے ہے لیکن بعد میں آنے والوں میں سے
بعضوں نے اس آسانی کو نہیں سمجھا اور اپنی سمجھ کے مطابق فتوی
صادر کر دیا کہ وتر کی صرف تین ہی رکعت ہے اور وہ بھی اس

طریقہ پر نہیں جس طریقہ سے تاجدارِ مدینہ نے پڑھ کر سکھلایا بلکہ اس طریقہ پر جو اس شخص نے اپنی عقل سے سمجھا گویا اس نمازِ وتر کا وہ ڈھانچہ جو مدینہ سے نیا رہا تھا اسے بالکل بدل دیا گیا اور بعد میں آنے والوں میں سے کچھ لوگوں نے اس بدلے ہوئے ڈھانچے ہی کو اصل خیال کیا اور اصل ڈھانچے پر عمل کرنے والوں سے مخاصمت شروع کر دی۔ اور آج تک وہ اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ اصلی ڈھانچہ ختم ہو جائے (یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ... الخ) (الصف)

بقیہ: اداریہ

(متحارب؟) جمعیتوں سے گذارش کریں گے کہ وہ واپس اپنے "مرکز" پر لوٹ آئیں اور پہلے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور ان کو دوبارہ درست کر کے "بنیانِ مرصوص" کا اہتمام کریں۔ ہمارا کوئی سیاسی اور سماجی مفاد نہیں ہونا چاہیے اگر کچھ ہے تو وہ مشترکہ مفاد ہے۔ یعنی یہاں خالص کتاب و سنت کے "قوانین کا نفاذ" یا اس کے نفاذ کی مسلسل اور مؤثر تبلیغ و مساعی۔!!

آپ کو اس نقطے پر جمع ہونا چاہیئے۔ دوسرے لوگ آپ کے اس سفر میں شریک نہیں ہو سکتے اور یہ کٹھن راستہ ان کے بس کی بات بھی نہیں۔ اس لئے کہ ؎

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ

آپ اپنی سیاسی سربلندیوں اور مزعومہ ناموریوں کے خول سے باہر آجائیے اور اپنی مسلکی ذمہ داریوں کا احساس کیجئے۔ ہم آپ سے ان الفاظ میں درخواست کر کے اپنی معروضات کو سمیٹتے ہیں ؎

دستِ ہر نا اہل بیمارت کند
سوئے مادر آ کہ بیمارت کند

بقیہ:۔ مشہد بالا کوٹ

کس نے آواز دی؟ (اس آواز و ندا کے باب میں کچھ عرض کرنا مشکل ہے)

مسجد بالا کے پاس کا مورچہ

مولوی احمد اللہ کی جماعت کا مورچہ مسجد بالا کی غربی سمت میں قریب ہی تھا۔ وہ اپنی جماعت کی امارت مولوی سید علی نقوی کو سونپ کر خود سید صاحب کے ساتھ ہو گئے تھے۔ سید جعفر علی فرماتے ہیں کہ ہم اسلحے صاف کر رہے تھے اور ایک دوسرے سے خطائیں معاف کرا رہے تھے۔ ہمیں حکم تھا کہ وہاں سے نہ ہلیں۔ سکھ جب شالی کے کھیتوں میں پہنچ جائیں تو ان پر گولیاں چلائی جائیں جو کھیتوں سے گذر کر قصبے کی سمت میں چڑھائی پہ پہنچیں ان پہ تلواروں سے وار کئے جائیں۔ اثنائے گفتگو شیخ محمد اسحاق گورکھپوری بولے: اب تک دل میں وطن اور اہل و عیال کی محبت جاگزیں تھی۔ اب شہادت اور لقائے باری تعالیٰ کے سوا کوئی آرزو نہیں۔

مسجد بالا سے مسجد زیریں میں

سید صاحب اندر دعا میں مشغول تھے۔ غازی سائبان میں بیٹھے تھے۔ یکایک اندر کا دروازہ کھلا اور سید صاحب مسجد سے باہر نکل گئے۔ تمام غازی بھی اٹھ کر ساتھ ہو گئے۔ دادا ابوالحسن کا سیاہ نشان آپ کے آگے آگے تھا۔

مولانا شاہ اسماعیل مسجد بالا کے شمالی دالان میں تھے۔ وہ بھی ساتھ ہو گئے۔ اب مولوی احمد اللہ کی جماعت کو وہاں بیٹھے رہنے کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ مولوی جعفر علی نقوی بھی مع جماعت ہمراہ ہو گئے۔ اس طرح سید صاحب غازیوں کے جھرمٹ میں مسجد زیریں میں پہنچ گئے جہاں سے مٹی کوٹ کے ٹیلے کی طرف ایک پگ ڈنڈی جاتی تھی

سیر و سوانح

پروفیسر مولانا محمد مبارک صاحب
کراچی

الشیخ عبدالحق بنارسیؒ

پیدائش الشیخ عبدالحق بن مولوی فضل اللہ ۱۲۰۶ھ میں بمقام نیوتنی پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المظلوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ اصل وطن نیوتنی ہے آپ کے والد مولوی فضل اللہ مرحوم بنارس آ کر مقیم ہو گئے تھے اس لئے آپ بنارسی مشہور ہوئے۔

تعلیم ابتدائی کتابیں اپنے والد اور دوسرے ہم وطن علماء سے پڑھیں۔ اس کے بعد دہلی کا سفر کیا۔ جہاں الشیخ اسماعیل بن عبدالغنی رحمہ، الشیخ عبدالحی بن ہبۃ اللہ بڈھانوی اور الشیخ عبدالقادر بن ولی اللہ دہلوی سے پڑھیں۔

سفرِ مکہ اس کے بعد آپ نے حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا۔ موحد اور متبع سنت ہونے کی وجہ سے خلافِ شرع باتوں میں سخت تنقید کرتے تھے۔ جب الشیخ حج کے لیے تشریف لے گئے اس وقت پورے حجاز پر ترکوں کی حکومت تھی اس لئے وہاں موحد اور متبع سنت بآسانی حج نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں شرک و بدعات کی تردید اور اتباعِ سنت پر تقریریں کرنی شروع ہی کی تھیں کہ اہلِ بدعات نے شریف مکہ کو آپ کے خلاف شکایات پیش کیں جس پر آپ کے خلاف مقدمہ قائم ہوا لیکن کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا اس لیے آپ کو رہا کر دیا گیا اور واپس بنارس آ کر مقیم ہو گئے۔

تحریکِ مجاہدین میں شرکت بنارس میں ایک عرصہ تک مقیم رہے اس کے بعد آپ نے تحریکِ مجاہدین میں شرکت کی۔ سید احمد شہید بریلویؒ کے ساتھ جو قافلہ حج کو گیا۔ اس میں آپ شریک ہو کر دوبارہ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

کتاب و سنت کے اس قدر شیدائی و فدائی تھے کہ کوئی فعل کسی حالت میں کتاب و سنت کے مخالف ہوتا تو اس کی سختی کے ساتھ تردید کرتے۔ اسی بنا پر سفرِ حج کے دوران بعض رفقاء (مثلاً مولوی اسلمی مدراسی اور مولوی رجب علی) سے مسئلہ تقدیر پر بحث ہوئی۔ مقلدین جواب تو نہ دے سکے لیکن حجاز پہنچ کر انہوں نے عقیدے کی جنگ شروع کر دی۔

اس زمانے میں ترکی حکومت اور ان کا گورنر جو حجاز مقدس پر حکومت کر رہا تھا۔ نجدیوں سے بے حد بگڑے ہوئے تھے اور ابھی چند سال ہی ان کے ساتھ جنگ ختم ہوئے گذرے تھے اس وجہ سے کوئی شخص توحید و سنت کی دعوت اور بدعات و محدثات اور شرکیہ عقائد کی تردید کرتا تو اس کو وہابی کہہ کر تختہ مشق بنایا جاتا تھا۔

اس کو غنیمت خیال کرتے ہوئے مولوی اسلمی مدراسی اور مولوی رجب علی وغیرہ نے حکومت حجاز کو الشیخ عبدالحق رحمہ بنارسی کے خلاف ابھار کر گرفتار کرا دیا۔ بلکہ مولوی رجب علی کی یہ کوشش تھی کہ کسی طرح عبدالحق رحمہ کی بجائے مولانا عبدالحی رحمہ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کو اس قضیے میں الجھا دیں تاکہ تحریک جہاد ختم ہو جائے۔ جب الشیخ عبدالحق رحمہ بنارسی کو سازش کے تحت مخالف گرفتار کرانے میں کامیاب ہو گئے تب مولانا عبدالحی رحمہ نے آپ کی ضمانت دی اور قاضی کے سامنے عدالت میں جواب بھی خود ہی دیا۔ مولانا عبدالحی رحمہ نے قاضی مکہ کے سامنے الشیخ عبدالحق بنارسی رحمہ کی تائید اس طرح کی کہ میں حنفی ہوں لیکن ہمارے ہاں ابواب معاملات میں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ فتوی امام ابوحنیفہ رحمہ اور صاحبین تینوں کے خلاف ہے۔ قاضی مکہ مولانا عبدالحی رحمہ کی تقریر سن کر خاموش ہو گیا اور اس طرح الشیخ بنارسی کو رہائی حاصل ہوئی۔

مکہ مکرمہ سے رہائی کے بعد الشیخ عبدالحق بنارسیؒ یمن چلے گئے۔ جہاں انہوں نے محدث قاضی شوکانی سے اخذ حدیث کرنے کے ساتھ اجازت حدیث بھی حاصل کی۔ یہی وہ سبب ہے کہ ہند و پاک کے علماء احناف کے سرخیل نے مختلف طریقے سے الشیخ پر الزام تراشی کی ہے۔ چنانچہ ان کے بزرگ لکھتے ہیں۔

"حنفی فقہ اور فروعات کے معاملے میں ہندوستان کی قومی روایات کے پیش نظر حزب ولی اللہ کا یہ مسلک تھا۔ جب مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے حجۃ اللہ امام عبدالعزیز سے پڑھی تو اپنے جد امجد شاہ ولی اللہ کے طریقہ پر عمل کرنا شروع کیا۔ انہوں نے اپنی ایک خاص جماعت تیار کی جو حجۃ اللہ البالغہ پر عمل کرے۔ یہ لوگ شافعیہ کی طرح "رفع یدین" اور "آمین بالجہر" کرتے تھے۔ جیسا کہ سنن میں مروی ہے۔ اس سے دہلی کے عوام میں شورش پھیلتی رہی، مگر حزب اللہ کا کوئی عالم مولانا اسماعیل شہید اور ان کی جماعت پر معترض نہ ہو سکتا تھا۔ بعد میں جب افغانی علاقہ میں ہجرت کا فیصلہ ہوا تو امیر شہید نے مولانا اسماعیل سے دریافت کیا کہ مولانا! آپ "رفع یدین" کیوں کرتے ہیں؟ مولانا نے کہا رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے۔ امیر شہید نے کہا کہ مولانا! اب رضائے الٰہی کے لیے رفع یدین کرنا چھوڑ دیجئے۔ اس کے بعد مولانا شہید کی خاص جماعت نے بھی ان کی اطاعت میں یہ اعمال چھوڑ دیئے۔"[1]

مذکورہ عبارت سے دو نتائج نکلتے ہیں۔

اوّل: مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے سید احمد بریلوی شہیدؒ کے کہنے پر رفع الیدین ترک کر دی۔

اس کے متعلق صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ دعویٰ صحیح ہوتا تو پھر مولانا محمد اسماعیلؒ دہلوی کو تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین کے جواب کی تردید بنام تنقید الجواب لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ نواب صدیق حسن خاں تحریر کرتے ہیں:-

فتویٰ فارسی عبارت است در جواب عدم جواز رفع الیدین فی الصلوٰۃ للشیخ المولوی عبدالہادی المہاجر الحنفی از شیخ محمد اسماعیل بن عبدالغنی الشہید اولہ الحمد للہ الذی لا شریک لہ فی الخلق والامر و آخرہ املاہ محمد اسماعیل عفا اللہ عنہ و بر وے دستخط مولوی عبدالحی مرحوم است این حرف ہذا املاء کلہ صریح الحق والحق احق بالاتباع حررہ عبدالحی عفی عنہ۔ شانزدہم ذی حجہ ۱۲۳۲ ہجری[1]

"الشیخ عبدالہادی کے جواب رفع الیدین کے عدم جواز میں جواز کا فتویٰ دیا وہ یہ ہے۔

"الشیخ محمد اسماعیل بن عبدالغنی الشہید نے لکھا ہے اول اور آخر تعریف اللہ کے لیے ہے جس کا خلق اور احکام میں کوئی شریک نہیں۔ املا کرائی۔ محمد اسماعیلؒ عفا اللہ عنہ نے جس پر مولوی عبدالحیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ دستخط کئے۔ یہ تمام املا صریح حق ہے اور حق کی اتباع کرنا احسن ہے جس کو عبدالحی عفی عنہ نے لکھا ہے۔ ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ

اس سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا محمد اسماعیلؒ شہید نے ترک رفع الیدین نہیں کی وہاں مولانا عبدالحی بڈھیانویؒ کے مسلک کی نشاندہی ہوتی ہے کہ موصوف اور مولانا اسماعیل شہید کا مسلک و مشرب ایک تھا۔ شیخین محمد اسماعیل اور مولوی عبدالحیؒ دونوں عامل بالحدیث تھے عام مورخین جو سید عبدالحیؒ کو حنفی المسلک بیان کرتے ہیں، وہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک کا مصنف خود لکھتا ہے۔

"مولانا محمد فاخر الہ آبادی ایک دفعہ دہلی تشریف لائے۔ شاہ ولی اللہ صاحب سے ملاقات کرنا مقصد تھا۔

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک اشاعت سوم طبع لاہور ص ۱۱۳-۱۱۴

[1] اتحاف النبلاء۔ ص ۴۴

اتفاقاً ایک مسجد میں نماز پڑھی۔ اور رفع یدین کر بیٹھے۔ عوام ان کے سر ہو گئے۔ نزاع نے نازک صورت اختیار کر لی۔ ہجوم ان کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے برافروختہ ہجوم سے نہایت نرمی سے فرمایا کہ احادیث صحیحہ میں اس طرح بھی وارد ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو کر چلے گئے۔ بعد ازاں شاہ صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ حکیم وہ نہیں جو عوام کو خواہ مخواہ اپنے خلاف کر لے [1]

خط کشیدہ عبارت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ نے مولانا فاخر کو نصیحت آمیز طریقے سے ترک رفع یدین کی تلقین کی لیکن یہ حقیقت حال کے بالکل خلاف ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہنگامہ رفع یدین پر نہیں بلکہ آمین بالجہر پر ہوا۔ جب دونوں فریق شاہ ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تب شاہ صاحب نے فرمایا "کہ حدیث سے تو آمین بالجہر ثابت ہے" پھر چھٹ گئی تو شاہ محمد فاخر نے عرض کیا۔ پھر آپ کیوں نہیں کھلتے۔ جناب حجۃ اللہ نے فرمایا۔ "اگر کھل جاتا تو آج آپ کو کیسے بچا لیتا" [2]

دیکھا کہ شاہ ولی اللہ مصلحت کے تحت کھلے کر مسلک اہلحدیث پر عمل نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شاہ ولی اللہ دہلوی کو حنفی مسلک کا پیروکار ثابت کرتے ہیں۔ (باقی)

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک اشاعت سوم لاہور حاشیہ ص ۱۱۲

[2] تراجم علماء اہلحدیث ہند، ج اول طبع ہند ص ۳۲۹

درخواست دعائے صحت

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مدظلہ کی صحت بحمداللہ پہلے سے کافی بہتر ہے مگر نقاہت ہر حال موجود ہے۔ قارئین کرام ان کی صحت کاملہ کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔ (ادارہ)

جمعیت مسلمات پاکستان

گذشتہ دنوں فیصل آباد میں اسلام پسند خواتین کے ایک اہم اجلاس میں "جمعیت مسلمات پاکستان" کی تشکیل عمل میں آئی۔ اس تنظیم کے مقاصد میں خواتین میں کتاب و سنت کا شعور بیدار کرنا، پاکستان میں اسلامی نظام زندگی کے قیام کے لیے کام کرنا، خواتین میں دینی جذبہ بیدار کرنا اور لادین خواتین کی خلاف اسلام کوششوں کا سدباب کرنا ہے۔ اس تنظیم کی مرکزی صدر ممتاز خاتون رہنما اور مدرسہ سلفیہ للبنات کی پرنسپل بیگم امت الرشید اور بیگم کوثر امین معتمد عام منتخب ہوئیں۔ جمعیت کی بانی صدر بیگم امت الرشید نے اس موقع پر خواتین سے خطاب کیا۔ "جمعیت مسلمات" کا مرکزی دفتر ربانی منزل، مدرسہ سٹریٹ گوبند پورہ فیصل آباد قرار پایا۔ اس سلسلے میں جو خواتین دلچسپی رکھتی ہوں وہ مرکزی دفتر سے رابطہ قائم کریں۔

(منجانب معتمد عام جمعیت مسلمات پاکستان)

جناب عطا محمد جنجوعہ

قادیانی فتنے کی بیخ کنی، ملکی سالمیت کا ناگزیر تقاضہ

پاکستان نے بیت المقدس کی آزادی اور مقبوضہ عرب علاقے خالی کرنے کے لئے اقوام متحدہ اور غیر جانبدار ممالک کے اجلاس میں متعدد بار مسئلہ اٹھایا صیہونی جارحیت کے خاتمہ کے لیے اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ اور سربراہوں کی کانفرنسیں منعقد کرا کر اتحادِ عالم اسلامی کے لیے راہ ہموار کی جو اسرائیل کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ اسرائیلی وزیر اعظم نے واضح الفاظ میں کہہ دیا "کہ وہ لبنان کے مسئلہ سے نمٹ کر عربوں کے "چوکیدار" پاکستان سے نمٹ لے گا۔ جب پاکستان نے پُرامن مقاصد کے لئے ایٹمی پلانٹ تیار کرنے کا پروگرام بنایا تو اسرائیلی ذرائع ابلاغ نے اسے "عربوں کا اسلامی بم" کہہ کر شور و غوغا بلند کیا۔ عراق کے ایٹمی ری ایکٹر پر شب خون مارنے کے بعد اسرائیلی وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ اب ہمارا نشانہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات ہوں گی۔ پاکستان کو اسرائیل کا دشمن نمبر ایک کہا گیا۔

اسرائیلی حکومت کے دھمکی آمیز بیان ہمیں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ پاکستان میں داخلی طور پر کونسا گروہ ہے جو اسرائیل کا آلۂ کار بنا ہوا ہے۔ جس کے بل بوتے پر وہ اپنے مذموم عزائم کا برملا اظہار کرتا ہے۔ پاکستان نیشنل کرسچین لیگ کے صدر نے واضح طور پر نشاندہی کر دی "...... مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار دنیا بھر میں اسرائیل کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں جن کا ہیڈ کوارٹر تل ابیب ہے"۔ (۲۹، اگست ۱۹۸۲ء روزنامہ جنگ۔ لاہور) جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ مسلمانوں کے خلاف مرزائیوں کے مقدمے میں یہودی مرزائیوں سے زیادہ سرگرم تھی۔ آج بھی اسرائیل میں ایک گاؤں ہے۔ جس کے تمام باشندے مرزائی ہیں۔ دس لاکھ مسلمانوں کو بے گھر کر دیا۔ مگر کسی ایک قادیانی کو تنگ نہیں کیا۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کے سکول قائم ہیں۔ ربوہ سے قادیانی مبلغین کو یہودی اپنے ملک میں دین کی اشاعت کے لیے دعوت دیتے ہیں۔ اسرائیلی حکومت کے سربراہ ان سے خفیہ ملاقاتیں کرتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کا وجود برداشت نہیں کرتے، لیکن قادیانیوں کو اپنے سینوں سے لگا رکھا ہے۔؟

جب میدان جنگ میں یہودیوں کو اسلام کے مجاہدین سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رہی تو یہودیوں نے اسلام میں مختلف قسم کے من گھڑت عقائد کو جنم دے کر ملت اسلامیہ میں رخنہ اندازی کی۔ اسلامی حکومت کے خلاف داخلی یا خارجی سطح سے اٹھنے والی ہر تحریک کا یہودیوں نے ساتھ دیا تاکہ مسلمانوں کی سیاسی طاقت پر کاری ضرب لگا کر صیہونی حکومت کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ لیکن یہودیوں کو مطلوبہ مقاصد میں واضح کامیابی نہ ہوئی۔ یہودیوں کو قوی یقین ہو گیا کہ عقیدہ ختم نبوت سے ملت اسلامیہ کی وحدت استوار ہے اور جہاد کی بنا پر مسلمانوں میں عظمت و شوکت زندہ و پائندہ ہے۔ یہودی مسلمانوں سے دونوں بنیادی عقیدوں کو مسخ کرنے کے لئے مارے مارے پھرتے رہے۔ آخر ڈزرائیلی (وزیر ہند) اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا۔ جس نے مرزا غلام احمد کا انتخاب کیا۔ مرزا نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور "جہاد حرام ہو چکا ہے" کا اعلان کر دیا۔ علامہ اقبال نے قادیانیوں کے مذموم عقائد اور

ناپاک عزائم دیکھ کر فرمایا۔

"یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف مائل ہے۔"

(حرفِ اقبال از لطیف احمد شیروانی ص۱۱۵)

جب قادیانیوں کو اکھنڈ بھارت کا خواب پورا ہوتا نظر نہ آیا تو قادیانی انجمن نے پاکستان میں ربوہ کی زمین چند ٹکوں میں خرید کر خالص قادیانیوں کو آباد کیا۔ پاکستان میں قادیانی حکومت قائم کرنے کے لئے سیاسی پالیسی تشکیل دی جس پر وہ آج تک عمل پیرا ہیں۔ پاکستان نظریہ اسلام کی بنا پر معرضِ وجود میں آیا۔ نظریہ پاکستان کی بقاء اسلام دشمن عناصر کی سرکوبی اور احیائے اسلام میں مضمر ہے۔ اسلام دشمن قادیانیوں پر زندگی کے مختلف شعبوں پر پابندیاں عاید کی جائیں تاکہ پاکستان میں دوسرا اسرائیل بننے سے پیشتر قادیانی حکومت کا ناسور کالعدم ہو جائے۔

۱۔ مرزائی سینکڑوں کی تعداد میں اسرائیل کی فوج میں باقاعدہ بھرتی ہیں، تخریب کاری اور غنڈہ گردی کی جدید تربیت حاصل کرتے ہیں۔ پھر ربوہ کی داخلی حکومت میں اپنے اندر باغیوں کے استیصال اور دشمنوں کی سرکوبی کے لئے دوسروں کو فوجی طرز کی مشقیں کراتے ہیں۔ پاکستان میں حکومت کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک میں گھس کر دہشت گردی کا موجب بنتے ہیں، غنڈہ گردی اور قتل و غارت سے ملک میں بدامنی کی فضا پیدا کرتے ہیں قادیانیت کے مذموم عقائد کو بے نقاب کرنے والے علماء و راہنماؤں کو اغوا کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ ربوہ میں پاکستان کے بہت سے داخلی قوانین معطل ہیں۔ ربوہ کے گدی نشین کا حکم مرزائیوں میں مقدم حیثیت رکھتا ہے۔ مرزا ناصر کی وفات کے بعد جانشین کا مسئلہ پیدا ہوا تو نوائے وقت کے نمائندے سے ربوہ میں انسانیت سوز سلوک کیا گیا۔ اس نے اپنی رپورٹ کا عنوان دیا۔ "کیا ربوہ کے قصرِ خلافت میں کوئی ایٹمی پلانٹ تعمیر ہو رہا ہے" پاکستان میں دوسرا اسرائیل بننے سے پہلے ربوہ میں فوجی چھاؤنی قائم کی جائے تاکہ داخلی و خارجی کارروائیوں پر سختی سے کنٹرول کیا جا سکے۔

۲۔ ربوہ کی اراضی کی مالکہ "صدر انجمن احمدیہ" ہے۔ جس نے چند پیسے فی مرلہ کے حساب سے زمین خرید کر سینکڑوں روپیہ فی مرلہ کے حساب سے اپنے پیروکاروں میں فروخت کر دی جنہوں نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے ان پر مکانات تعمیر کئے لیکن پھر بھی ان کی مالکہ بدستور "صدر انجمن احمدیہ" ہے۔ ربوہ کی پرانی آبادی میں صدر انجمن احمدیہ کی بجائے تمام مکینوں کو انفرادی طور پر مالکانہ حقوق دیئے جائیں تاکہ وہ اپنی مرضی سے خرید و فروخت کر سکیں۔

۳۔ ربوہ سے کافی فاصلہ پر مسلمانوں کو مسلم کالونی تعمیر کرنے کی اجازت دینے سے ربوہ کو کھلا شہر کی حیثیت حاصل نہیں بلکہ ربوہ کی پرانی آبادی میں مسلمانوں کو مساجد اور مکانات تعمیر کرنے کا موقع دیا جائے۔

۴۔ ربوہ کو سب تحصیل کا درجہ دینے سے گرد و نواح کے لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ مرزائیوں کو ربوہ کی حدود میں داخل ہونے والے ہر شخص سے پوچھ گچھ کرنے میں دقت پیش آئی۔ اب ربوہ سے سب تحصیل کے دفاتر لالیاں منتقل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ربوہ کی سابقہ حیثیت بحال رکھی جائے۔ مزید برآں تحصیل کے زیادہ سے زیادہ دفاتر ربوہ میں منتقل کئے جائیں (باقی)

اپیل دعائے صحت

جمعیت اہل حدیث گوجرانوالہ کے سرگرم کارکن میاں محمد افضل کے صاحبزادے میاں محمد لقمان کو گذشتہ دنوں انتخابی رنجش کی بنا پر فریق مخالف نے شدید زخمی کر دیا۔ وہ ان دنوں ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ اور الحمد للہ موصوف کی حالت بتدریج بہتر ہو رہی ہے۔ قارئین دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ سے سرفراز فرمائے۔

(ادارہ)

اِطلاعات و اعلانات

مرکزی جمعیت ساہیوال کا اجلاس

مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع ساہیوال کی عاملہ اور شوریٰ کا مشترکہ اجلاس زیرِ صدارت ضلعی امیر مولٰینا محمد حسین صاحب آزاد ۱۲ جنوری ۱۹۸۴ء بروز جمعرات بعد نمازِ ظہر جامعہ عزیزیہ ریل بازار ساہیوال میں ہوگا۔ اراکین کو ایجنڈا جاری کر دیا گیا ہے تاہم اگر کسی کو نہ ملے تو اسے اعلان پر ہی اجلاس میں تشریف لائیں (محمد اسحاق صدیقی ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع ساہیوال)

مولانا محمد ابراہیم خادم قصوری کو صدمہ

جمعیت اہل حدیث کے ممتاز خطیب مولٰینا محمد ابراہیم خادم قصوری کے صاحبزادے محمد اسماعیل ۲۶ دسمبر کو وفات پا گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین حضرات سے التماس ہے کہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا فرمائیں۔ (حافظ محمد اسحاق طالب ڈھنگ شاہ ضلع قصور)

(ادارہ الاعتصام مولانا خادم کے اس غم میں برابر کا شریک ہے اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کے ساتھ ساتھ مولانا موصوف کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے)

تعمیرِ مسجد میں تعاون کی اپیل

کافی عرصہ سے ہماری مسجد کی تعمیر رُکی ہوئی ہے مخیر حضرات سے بھرپور مالی تعاون کی اپیل ہے۔ (اکاؤنٹ نمبر ۶۴۵۰ - حبیب بنک حافظ آباد مین برانچ)
(محمد داؤد دلقوی الحاج محمد اسحاق صدر مسجد اقصیٰ اہل حدیث محلہ قاضی پورہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ)

سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس

۲۶ ر، ۲۷ ر دسمبر ۱۹۸۳ء کو مجلس تحفظ ختمِ نبوت کی اکتیسویں سالانہ کانفرنس ربوہ میں ہوئی، مقررین نے اپنی تقاریر میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانی فتنہ پاکستان اور اسلام کے لئے خطرناک ہے اس لئے اس کے سدِّباب کی سخت ضرورت ہے۔ انتظامیہ کی کلیدی آسامیوں پر جو مرزائی فائز ہیں ان کو فی الفور الگ کیا جائے مولانا اسلم قریشی کی بازیابی کے لئے مرزائیوں بالخصوص (مرزا طاہر احمد کو) شاملِ تفتیش کیا جائے۔ ربوہ میں ہونے والے مرزائیوں کے سالانہ اجتماع پر پابندی لگائی جائے۔
ان کے اخبارات اور مبلغین ختمِ نبوت کے نظریہ کے خلاف کھلم کھلا کام کر رہے ہیں اس پر قدغن لگائی جائے نیز ارتداد کی اسلامی سزا بھی ملک میں نافذ کی جائے۔

المعھد الشرعیۃ والصناعۃ کا قیام

مٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں مولانا عبداللہ السلفی صاحب نے المعہد الشرعیۃ والصناعۃ قائم کیا ہے۔ جس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ٹیکنیکل تعلیم بھی دی جاتی ہے گزشتہ ماہ انہوں نے اس کے تدریسی افتتاح پر بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی جس میں ملکی علما کے علاوہ سعودی عرب، کویت، سوڈان اور شارجہ وغیرہ کے شیوخ نے بھی شرکت کی۔

ضرورت خطیب

ہمیں مسجد اہل حدیث ٹبی والی شاہکوٹ ضلع شیخوپورہ کے لیے ایک نیک سیرت مستند خطیب کی ضرورت ہے جو بچوں کو دونوں وقت پڑھا بھی سکے شادی شدہ ہونا ضروری ہے۔ تنخواہ ۸۰۰/- سو روپے ماہانہ اور مستقل رہائش کا انتظام ہوگا (احمد علی حامد مدرس مدرسہ اشاعت التوحید [illegible] شاہکوٹ ضلع شیخوپورہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انفروا خفافا وثقالا (التوبہ)

جامعہ ابی بکر الاسلامیہ میں شاہ شہید بالاکوٹ اکیڈمی کا قیام

جامعہ ابی بکر الاسلامیہ میں شاہ شہید بالاکوٹ رحمۃ اللہ علیہ اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے

غرض و غایت

۱۔ حضرت امیر المومنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بالاکوٹ کی مقدس تحریک احیائے دین سے متعلق عربی، اردو، فارسی، انگریزی میں مطبوعہ وغیر مطبوعہ لٹریچر فراہم کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

۲۔ پاک و ہند کی اس عظیم و عدیم المثال تحریک احیائے دین کے صحیح تعارف و احیاء کے مقدس نصب العین کے پیش نظر مختصر و جامع لٹریچر شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

۳۔ تحریک احیائے دین سیدین مرشدین بالاکوٹ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے والہانہ عقیدت رکھنے والے احباب کرام کی منتشر قوتوں کو عین کتاب و سنت کے مطابق مربوط و منظم کرنے کی سعی کی جائے گی۔ انشاء اللہ

نوٹ:۔ اگر کسی بھائی کے پاس تحریک احیائے دین امامین سیدین شہیدین بالاکوٹ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے متعلق کوئی مخطوطہ یا مکتوب یا کسی قسم کی تحریری یادداشت ہو تو رابطہ فرمائیں۔ انشاء اللہ معقول معاوضہ پیش کر کے حاصل کیا جائے گا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

خط و کتابت کے لیے پتہ

امین مکتبہ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ

گلشن اقبال ۵ ۰ کراچی ۴۷ ۰ پوسٹ بکس ۱۱۱۰۶ ۰ فون نمبر ۴۶۱۹۴۱

کشمینا
اون
کشمینا اون جیسی کوئی اون نہیں
حاجی محمد ابراہیم اینڈ سنز
۶۲۔ شاہ عالم مارکیٹ، لاہور
فون: ۶۶۱۳۵